قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

Online Edition

مدیر۔ابو سعید

جمعۃ المبارک 24 جولائی 2020ء | 03 ذوالحجہ 1441ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:176

ارشادِ باری تعالیٰ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۳﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۵﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۶﴾

(سورۃ العلق۔ آیات 2تا6)

ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک چمٹ جانے والے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ، اور تیرا رب سب سے زیادہ معزّز ہے۔جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

(ازترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’ہمارے بچے عموماً ماشاء اللہ بڑی چھوٹی عمر میں قرآنِ کریم ختم کر لیتے ہیں۔جن کی ماؤں کو زیادہ فکر ہوتی ہے کہ ہماری اولاد جلد قرآنِ کریم ختم کرے وہ اُن پر بڑی محنت کرتی ہیں۔ یہاں بھی اور مختلف ملکوں میں جب مَیں جاتا ہوں تو وہاں بھی بچوں اور والدین کو شوق ہوتا ہے کہ میرے سامنے بچوں سے قرآنِ کریم پڑھوا کر اُن کی آمین کی تقریب کروائیں۔ لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ قرآنِ کریم ختم کروانے کے بعد پھر اُن کی دہرائی اور بچے کو مستقل قرآنِ کریم پڑھنے کی عادت ڈالنے کے لئے عموماً اتنا تردّد اور کوشش نہیں ہوتی جتنی ایک مرتبہ قرآنِ کریم ختم کروانے کے لئے کی جاتی ہے۔ کیونکہ مَیں جب پوچھتا ہوں کہ تلاوت باقاعدہ کرتے ہو یا نہیں (بعضوں کے پڑھنے کے انداز سے پتہ چل جاتا ہے) تو عموماً تلاوت میں باقاعدگی کا مثبت جواب نہیں ہوتا۔ حالانکہ ماؤں اور باپوں کو قرآنِ کریم ختم کروانے کے بعد بھی اس بات کی نگرانی کرنے چاہئے اور فکر کرنی چاہئے کہ بچے پھر باقاعدہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالیں۔ پس اپنی فکریں صرف ایک دفعہ قرآنِ کریم ختم کروانے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ بعد میں بھی مستقل مزاجی سے اس کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ یقینا پہلی مرتبہ قرآنِ کریم پڑھانا اور ختم کروانا ایک بہت اہم کام ہے۔بعض مائیں چار پانچ سال کے بچوں کو قرآنِ کریم ختم کروا دیتی ہیں اور یقینا یہ بڑا محنت طلب کام ہے۔لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مستقل مزاجی سے اسے جاری رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ گزشتہ دنوں ایک خاتون کا مجھے خط ملا جس میں میری والدہ کا ذکر تھا اور لکھا کہ ایک بات جو انہوں نے مجھے کہی اور آج تک میں اس پر اُن کی شکر گزار ہوں کہ ایک دفعہ میں اپنی بچی یا بچے کو لے کر گئی جس نے قرآنِ کریم ختم کیا تھا تو مَیں نے بڑے فخر سے انہیں بتایا کہ اس بچے نے چھ سال کی عمر میں قرآنِ کریم ختم کرلیا ہے۔اس پر انہوں نے کہا کہ چھ سال یا پانچ سال میں قرآنِ کریم ختم کرنا تو اتنے کمال کی بات نہیں ہے۔ مجھے تم یہ بتاؤ کہ تم نے بچے کے دل میں قرآنِ کریم کی محبت کتنی پیدا کی ہے؟ تو حقیقت یہی ہے کہ قرآنِ کریم پڑھانے کے ساتھ ہی قرآنِ کریم کی محبت پیدا کرنی بھی ضروری ہے۔اور تبھی بچے کو خود پڑھنے کا شوق بھی ہو

بقیہ صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- برائی زمین و زماں میں نہیں ہے (منظوم)
- خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 17 دسمبر 2010
- بچوں کی تعلیم اور والدین کی ذمہ دارایاں

فرمانِ رسول ﷺ

امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے حضور ﷺ کو سچی خوابیں آنے لگیں ۔ جو خواب بھی آتی وہ نمودِ صبح کی طرح روشن اور صحیح نکلتی۔حضور ﷺ کو خلوت پسند تھی اور غار حرا میں جا کر عبادت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کچھ سامان اپنے ہمراہ لے جاتے ۔ جب ختم ہو جاتا تو دوبارہ گھر آ کر کھانے پینے کا سامان لے جاتے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا ’پڑھو!‘۔ آپ ﷺ نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا۔فرشتہ نے آپ کو سختی سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا ’پڑھو!‘۔حضور ﷺ نے کہا: میں نہیں پڑھ سکتا۔فرشتہ نے دوسری مرتبہ دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا ’پڑھو!‘۔حضور ﷺ نے کہا: میں نہیں پڑھ سکتا۔ تیسری دفعہ فرشتہ نے پھر دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا اپنے اس پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے انسان کو پیدا کیا۔ پڑھو درآنحالیکہ تیرا رب عزت والا اور کرم والا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ گھر واپس آئے۔ آپ ﷺ کا دل لرز رہا تھا۔ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آ کر کہا مجھے کمبل اوڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے کمبل اوڑھا دیا۔ جب آپ ﷺ کی گھبراہٹ جاتی رہی تو حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ بتایا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ میں اپنے متعلق ڈرتا ہوں (کہ میں یہ اہم کام کر بھی سکوں گا یا نہیں۔) اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم !اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کو اٹھاتے ہیں، جو خوبیاں معدوم ہو چکی ہیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں، ضروریات حقہ میں امداد کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری۔ کتاب کیف کان بدأ الوحی الی رسول اللہ ﷺ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

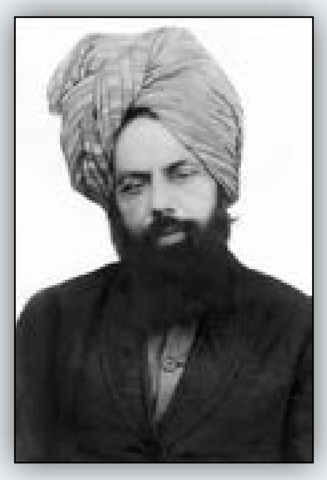

’’خاتم النبییّن کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔ کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے اس قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبییّن ٹھہرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالاتِ تعلیم، کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم۔غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو خواہ بلحاظ فصاحت وبلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم، خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔غرض کسی رنگ میں دیکھو یہ معجزہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 26۔ 27۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

دربارِ خلافت

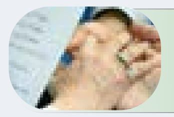

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔

نماز میں باقاعدگی اختیار کریں

’’مومن ہونے کے لئے دوسری اہم شرط نمازوں کا قیام ہے۔ نمازوں کا قیام یہ ہے کہ ایک توجہ کے ساتھ اپنی نمازوں کی نگرانی رکھنا، ان میں باقاعدگی اختیار کرنا کیونکہ اگر نمازوں میں باقاعدگی نہیں ہے، کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، کبھی نیند آرہی ہے تو عشاء کی نماز ضائع ہوگئی اور بغیر پڑھے سوگئے، کبھی گہری نیند سو رہے ہیں تو فجر کی نماز پر آنکھ نہ کھلی۔ بعض لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اگر وقت پر آنکھ نہیں بھی کھلی تو جب بھی آنکھ کھلے فجر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ سورج نکلے پڑھیں گے تو گھر والوں کے سامنے بھی شرمندگی ہوگی یا اپنے آپ کو احساس ہوگا اور ضمیر ملامت کرے گا کہ اتنی دیر سے نماز پڑھ رہا ہوں اور پھر اگلے دن اس احساس سے ایک مومن وقت پر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کام کرنے والے ہیں، کام کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن تو وہ لوگ ہیں جو نمازوں کا قیام کرتے ہیں اور قیام کس طرح کرتے ہیں عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (المعارج:24) اپنی نمازوں پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اس میں باقاعدگی رکھتے ہیں، یہ نہیں کہ کبھی نماز ضائع ہوگئی تو کوئی حرج نہیں بلکہ آگے فرمایا کہ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (المعارج:35) نمازوں کی حفاظت پر کمربستہ رہتے ہیں۔‘‘

نماز قضا نہ ہونے دیں

’’انسان جتنی کسی عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے، وہ نمازوں کی حفاظت عزیز ترین شے سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ایک مومن نمازوں کی حفاظت اس سے بھی زیادہ توجہ سے کرتا ہے۔ اگر نماز ضائع ہو جائے تو بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ حالت ہوگی تو تب ایمان میں مضبوطی آئے گی۔ پھر باقاعدہ نماز پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:104)۔ یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر ادا کرنا ضروری ہے اور حقیقی مومن وہی ہیں جو نماز وقت پر ادا نہ ہوسکے تو بے چین ہو جاتے ہیں۔‘‘

’’کہتے ہیں ایک شخص کی ایک دن فجر کی نماز پر آنکھ نہیں کھلی، نماز قضاء ہوگئی، اس کا سارا دن اس بے چینی میں اور رو رو کر اور استغفار کرتے ہوئے گزرا۔ لگتا تھا کہ یہ غم اسے ہلاک کر دے گا، اگلے دن نماز کا وقت آیا، اس کو آواز آئی کہ اٹھو اور نماز پڑھو۔ اس نے پوچھا کون ہو تم؟ اس نے کہا مَیں شیطان ہوں۔ پوچھا کہ شیطان کا کیا کام ہے نماز کے لئے جگانے کا؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل تم نے جو رو رو کر اپنی حالت بنائی تھی اور جتنا استغفار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی گنا نماز کا ثواب دے دیا۔ میرا تو مقصد یہ تھا کہ تم ثواب سے محروم ہو جاؤ گے تو بجائے اس کے کہ تم کئی گنا ثواب لو اس سے بہتر ہے کہ مَیں تمہیں خود ہی جگا دوں اور تم تھوڑا ثواب حاصل کرو، اتنا ہی جتنا نماز کا ملتا ہے۔ نہیں تو پھر رو رو کے وہی حالت کرو گے اور پھر زیادہ ثواب لے جاؤ گے تو میرا مقصد تو پورا نہیں ہوگا۔ تو یہ نمازیں چھوڑنے والوں کا درد ہوتا ہے۔‘‘

پوری توجہ سے نماز پڑھیں

’’...... ایک مومن کی نمازوں کی شان نماز پڑھتے ہوئے پوری توجہ کے ساتھ پڑھنا ہے۔ ایک مومن کو باجماعت نماز پڑھنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ قیام نماز اس وقت مکمل ہوگا جب باجماعت نماز کی طرف توجہ ہوگی۔ اس لئے حتی الوسع باجماعت نماز کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ باجماعت نماز کا ثواب ستائیس گنا تک ہے۔‘‘

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

(خطبہ جمعہ 13جولائی 2007ء)(الفضل انٹرنیشنل 27/ جولائی تا09/اگست 2007ء)

آج کی دعا

اِشْفِنِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَ ارْحَمْنِیْ (تذکرہ۔صفحہ 523)

ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی طرف سے شفا بخش اور رحم کر۔

یَاحَفِیْظُ ۔ یَاعَزِیْزُ۔ یَارَفِیْقُ (تذکرہ۔صفحہ 404)

ترجمہ: اے حفاظت کرنے والے۔اے کامل غلبہ والے۔اے ساتھی۔

یہ حضرت مسیحِ موعودؑ کی شفایابی کے لئے دعائیں ہیں۔ مندرجہ بالا دعاؤں میں سے دوسری الہامی دعا کے بارہ میں حضرت مسیحِ موعودؑ فرماتے ہیں:

’’پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا اس کا علاج خدا تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ناموں کا ورد کیا جائے۔ یَاحَفِیْظُ۔یَاعَزِیْزُ۔یَارَفِیْقُ۔ رفیق خدا تعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسمائے باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا‘‘۔

(تذکرہ۔صفحہ 404) (البدر جلد 2 نمبر 35)

آج کل وباؤں کے اس موسم میں ان دعاؤں کو کثرت سے پڑھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

برائی زمین و زماں میں نہیں ہے

برائی زمین و زماں میں نہیں ہے
مکینوں میں ہے یہ مکاں میں نہیں ہے

تجھے دیکھ کر تیرا انکار کر دے
یہ ہمت کسی بدگماں میں نہیں ہے

کوئی وجہِ ترکِ تعلق عزیزو!
مرے آپ کے درمیاں میں نہیں ہے

یہ دھوکا لگا ہے مرے معترض کو
کہ وہ معرضِ امتحاں میں نہیں ہے

اگر آپ آ جائیں واپس تو کیا ہے
جو ربوے میں اور قادیاں میں نہیں ہے

شکاری بڑی دیر سے منتظر ہیں
پرندہ مگر آشیاں میں نہیں ہے

گلی میں تو چرچا ہے اب بھی اسی کا
سنا ہے کہ مالک مکاں میں نہیں ہے

فقط دائیں بائیں کا ہے فرق ورنہ
کوئی فاصلہ درمیاں میں نہیں ہے

فقط شور ہی شور ہے یہ سراسر
اگر سوز آہ و فغاں میں نہیں ہے

یہ دعویٰ ہے دجّال کا اب بھی مضطرؔ
دریچہ کوئی آسماں میں نہیں ہے

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

(اشکوں کے چراغ ایڈیشن سوم صفحہ 592-593)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 17/ دسمبر 2010ء بمطابق 26/ نبوت 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔مورڈن

صحابہ کے حضرت مسیح موعودؑ سے عشق و محبت کے ایمان افروز واقعات

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:166) اور جو لوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہی ہے جو درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے پیار اور محبت کی طرف مائل کرتی ہے۔ اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کس طرح اُس دلدار کو راضی کریں۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ جس روز خدا تعالیٰ کے سایہ عاطفت کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، اُس روز جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ عاطفت میں لے گا اُن میں وہ دو لوگ بھی شامل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ حدیث نمبر ٦٦٠)

یہ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی شدید محبت کا اظہار ہو۔ پس جب عام مومن کو ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس طرح نوازتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے فرستادے اور نبی ہوتے ہیں اُن سے محبت کو خدا تعالیٰ کس طرح نوازے گا، اس کا تو اندازہ لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ عشق و محبت کے عجیب نظارے ہیں جس کا آخری سرا اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے عشق و وفا کے نمونے دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور فرستادوں کا زمانہ پاتے ہیں۔ یہ نمونے دکھانے کا موقع ہم میں سے بعض کے باپ دادا کو بھی ملا، آباؤ اجداد کو بھی ملا، جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وقت پایا اور اپنی محبت اور پیار اور عقیدت اور احترام کا اظہار براہِ راست آپ سے کیا۔ اور پھر آپؑ کے پیار اور شفقت سے بھی حصہ لینے والے بنے۔

اس وقت مَیں ایسے ہی چند بزرگوں کی روایات اور واقعات کا ذکر کروں گا۔ وہ کیا ہی بابرکت وجود تھے جنہوں نے مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں کو چھوا، آپ سے براہِ راست فیض پایا۔

مَیں نے جو بعض روایات لی ہیں ان میں سے پہلی روایت حضرت ولی داد خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو راجپوت قوم کے تھے۔ ملک خان صاحب کے بیٹے ساکن مراڑا تحصیل نارووال، کہتے ہیں کہ ’’مَیں نے دسمبر 1907ء میں جلسہ سالانہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی اور تاریخِ جلسہ سے ایک دن پہلے رات کو قادیان پہنچا تھا۔ صبح جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر سے باہر تشریف لانا تھا تو مَیں نے دیکھا کہ مسجد مبارک کے پاس بہت بڑا ہجوم ہے۔ آدمی ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ مَیں چونکہ نووارد تھا، مَیں دوسری گلی پر کھڑا ہو کر دعا مانگ رہا تھا کہ اے مولا کریم! اگر حضور اس گلی سے تشریف لے آویں تو سب سے پہلے مَیں مصافحہ کرلوں۔ اُسی وقت کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد اسی راستے سے تشریف لے آئے ہیں‘‘۔ کہتے ہیں کہ ’’یکلخت مجھے ایسا معلوم ہوا جس طرح سورج بادل سے نکلتا ہے اور روشنی ہو جاتی ہے۔ مَیں نے دوڑ کر سب سے پہلے مصافحہ کیا۔ حضور آریہ بازار کے راستے باہر تشریف لے گئے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ نواب محمد علی خان صاحب کے باغ کا جو شمالی کنارہ ہے وہاں سے حضور واپس مڑے۔ غالباً مسجد نور یا مدرسہ احمدیہ کی مغربی حد ہے، وہاں حضور بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام ارد گرد جمع تھے اور میر حامد شاہ صاحب مرحوم سیالکوٹی نے کچھ نظمیں اپنی بنائی ہوئیں سنائیں‘‘۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 84 روایت حضرت ولی داد خان صاحبؓ۔غیر مطبوعہ)

پھر حضرت مدد خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انسپکٹر بیت المال قادیان جو کہ راجہ فتح محمد خان صاحب کے بیٹے تھے، یاڑی پورہ ریاست کشمیر کے رہنے والے تھے۔ 1896ء میں انہوں نے بیعت کی اور 1904ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ ’’ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس دفعہ قادیان میں جا کر روزے رکھوں اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اُن دنوں میں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا‘‘۔ (میرا خیال ہے آج کل تو یہ عہدہ نہیں لیکن یہ junior comissioned officer ہوتے تھے) تو کہتے ہیں کہ ’’میری اُس وقت ہر چند یہی خواہش تھی کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے مَیں قادیان جاؤں تا حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار حاصل کرسکوں اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں، کیونکہ میری پہلی بیعت 1895ء یا 96ء کی تھی جو ڈاک کے ذریعے (خط کے ذریعے) ہوئی تھی‘‘۔ کہتے ہیں ’’میرا ان دنوں قادیان میں آنے کا پہلا ہی موقع تھا۔ نیز اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقع پر حضور کا دیدار کیا جاوے۔ شاید اگر ملازمت پر چلا گیا تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا کہ پہلے قادیان چلا جاؤں اور حضور کو دیکھ آؤں اور پھر وہاں سے واپس آ کر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں‘‘۔ کہتے ہیں ’’مَیں قادیان کو اس سوچ کے ساتھ آیا تھا لیکن جونہی یہاں آ کر مَیں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہوگیا۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہوگیا کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ہزار بھی ہوگی تو کیا ہو گا۔ لیکن تیرے باہر چلے جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی مبارک چہرہ ہرگز نظر نہیں آئے گا۔ میں نے اس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا کہ اگر آج یا کل تیری موت آجائے تو حضور ضرور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے جس سے تیرا بیڑا بھی پار ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جائے گا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کرلیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہوگیا کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے دَر پر جا کر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا لیکن دل میں یہی خطرہ رہتا کہ کہیں حضور میرے اس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں اور دل میں یہ محسوس نہ کریں کہ ہر وقت تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا وہ اس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا کہ آپ نے یہ بہت اچھا رویہ اختیار کرلیا ہے کہ مجھے یاد کرواتے رہتے ہو۔ جس پر مَیں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں اور انشاء اللہ پھر بھی کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خود ہی دین و دنیا میں کامیابی دے گا۔ اور خدا آپ پر راضی ہو جائے گا۔ اور آپ کی شادی بھی خدا ضرور ہی کرا دے گا۔ آپ مجھے یاد دہانی کراتے رہا کرو۔ مَیں آپ پر بہت خوش ہوں‘‘۔ کہتے ہیں کہ ’’خاکسار نے حضور کی اس تحریر کو شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کو دکھایا اور کہا کہ حضور نے خاکسار کو آج یہ تحریر فرمایا ہے اور پھر کہا یہ کیا بات ہے کہ مَیں نے تو کبھی کسی موقع پر بھی حضور کو اپنی شادی کرنے یا کرانے کے بارے میں اشارہ تک نہیں کیا۔ اس پر شیخ صاحب ہنس کر کہنے لگے کہ اب تو تمہاری شادی بہت جلد ہونے والی ہے۔ کیونکہ حضور کا فرمانا خالی نہیں جایا کرتا۔ آپ تیار رہیں‘‘۔ لکھتے ہیں کہ ’’خدا شاہد ہے کہ حضور کے اس فرمانے کے قریباً دو ماہ کے اندر اندر ہی میری شادی ہوگئی۔ اس سے پہلے میری کوئی بھی کسی جگہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ میری دو شادیاں حضور نے ہی کرائی تھیں۔ ورنہ مجھ جیسے پردیسی کو کون پوچھتا تھا۔ یہ محض حضور کی خاص مہربانی اور نظر کرم تھی کہ آپ کے طفیل میری شادیاں ہوئیں۔ کہاں مَیں اور کہاں یہ عمل‘‘۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 4 صفحہ 95 تا 97 روایت حضرت مدد خان صاحبؓ۔غیر مطبوعہ)

حضرت ماسٹر محمد پریل صاحبؓ ساکن کمال ڈیرہ سندھ لکھتے ہیں کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اما بعدُ۔ یہ عاجز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جولائی 1905ء میں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء پر دست بیعت ہوا تھا۔ اُس زمانے میں مسجد مبارک بہت چھوٹی تھی۔ چار پانچ آدمی صف میں بیٹھتے تو جگہ بھر جاتی تھی۔ اُس ماہ میں بہت گرمی تھی یعنی جولائی میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف آور ہوتے تو مَیں پنکھا چلاتا تھا، (ہاتھ کا پنکھا جھلا جاتا تھا)۔ مولوی محمد علی صاحب کا دفتر مسجد مبارک کے اوپر تھا۔ ایک دن مولوی محمد علی صاحب کو کچھ حضور کے آگے گزارش کرنی تھی، (اُن کا خیال تھا کہ بیٹھ کر گزارش کروں) مگر بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ کہتے ہیں یہ عاجز حضرت اقدس کے زانوئے مبارک سے اپنے زانو کو ملا کر پنکھا چلاتا تھا۔ مولوی محمد علی نے ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ اس کو پیچھے ہٹنے کے لئے اشارہ کرو۔ کہتے ہیں مَیں اشارے پر پیچھے ہٹنے لگا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا: مت ہٹو، بیٹھے رہو اسی طرح۔ یہ عاجز پھر پنکھا چلانے لگا۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے کھڑے ہو کر اپنی گذارش کی۔ حضرت اقدس نے ان کو مناسب جواب دیا۔ مولوی صاحب تحریر کر کے (لکھ کے) چلے گئے۔ لکھتے ہیں کہ اُس زمانے میں تو اس بات کا خیال نہیں رہا۔ اب اس بات سے بہت سُرور اور لذّت آتی ہے کیونکہ مَیں ایک ادنیٰ آدمی اور بے سمجھ اردو بھی پوری طرح نہیں آتی تھی اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور عالم تھے مگر نبی اللہ کی نظر میں ادنیٰ اور اعلیٰ ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ عاجز پندرہ دن صحبت میں رہا اور ہر ایک دن میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورانی چہرہ روشن دیکھنے میں آتا تھا۔ اس عاجز کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب حمام خانہ سے غسل کر کے آگئے ہیں اور سر مبارک کے بالوں (جو کندھے کے برابر تھے) سے گویا موتیوں کے قطرے گر رہے ہیں۔ اس عاجز نے پندرہ روز میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک میں غم نہیں دیکھا۔ جب بھی مجلس میں آتے خوش خندہ پیشانی ہوتے‘‘۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 92 روایت حضرت ماسٹر محمد پریل صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

پھر حضرت چوہدری عبد الحکیم صاحب ولد چوہدری شرف الدین صاحب ساکن گھاکڑ چیماں تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ ’’1902ء کی گرمیوں کا موسم تھا۔ مَیں ان دنوں ملتان چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر بطور سگنلر (signaler) ملازم تھا۔ میرے خیالات اہلحدیث کے تھے اور میں مولوی عبدالجبار اور عبدالغفار اہلحدیث جو دونوں بھائی تھے اور ملتان شہر کے قلعے کے پاس ان کی کتابوں کی دکان تھی اُن سے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا کرتا تھا کہ اتفاقاً میری ملاقات مولوی بدرالدین احمدی سے ہوئی جو شہر کے اندر ایک پرائیویٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہوں نے مجھے اخبار الحکم پڑھنے کو دیا۔ مجھے یاد ہے کہ اخبار الحکم کے پہلے صفحے پر لکھا ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ کی تازہ وحی اور کلماتِ طیبات امام الزمان۔ مَیں ان کو پڑھتا تھا اور میرے دل کو ایک ایسی کشش اور محبت ہوتی تھی کہ فوراً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں پہنچوں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا اور باوجود اہلحدیث کے مولویوں کے بہکانے اور ورغلانے کے میں نے تھوڑے ہی عرصے میں احمدیت کو قبول کر لیا۔ مولوی بدرالدین صاحب نے مجھے قادیان فوراً جانے کا مشورہ دیا۔ اور میرے ساتھ ایک اور اہلحدیث مولوی بھی تیار ہو گئے۔ وہ مولوی سلطان محمود صاحب اہلحدیث کے شاگردِ خاص تھے۔ کہتے ہیں غربت کی حالت تھی۔ پندرہ روپے میری تنخواہ تھی۔ مَیں نے رخصت لی اور ریلوے پاس کا حق نہیں تھا۔ مَیں نے بمعہ دوسرے دوست کے امرتسر کا ٹکٹ لیا۔ کیونکہ ہمارے پاس قادیان کا کرایہ پورا نہ تھا۔ امرتسر پہنچ کر ہمارا ٹکٹ ختم ہو گیا۔ اور ہم نے بٹالے والی گاڑی میں سوار ہونا تھا مگر ہمارے پاس صرف آٹھ آنے کے پیسے تھے۔ اس لئے ہم نے دو دو آنے کا ’ویرکہ‘ کا ٹکٹ لے لیا اور گاڑی میں سوار ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ یہ بھی وہاں سوار ہونے کے بعد پھر ہمیں خیال آیا کہ بٹالے جانا ہے اور ٹکٹ بھی اتنا نہیں ہے۔ خیر ہم بیٹھے رہے۔ اس دوران میں ٹکٹ چیکر آ گیا۔ اس نے ٹکٹ ہمارا چیک کیا۔ لیکن ٹکٹ اچھی طرح چیک کرنے کے باوجود ہمیں ٹکٹ چیک کر کے واپس کر دیا کہ ٹھیک ہے۔ اور اسی طرح سٹیشن سے باہر نکلتے ہوئے ٹکٹ چیک کرنے والے نے ٹکٹ چیک کیا اور ہمیں کچھ نہیں کہا۔ ہم یہی دعا کرتے رہے کہ ایک نیک مقصد کے لئے ہم جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی بے عزتی سے بچا لے۔ تو کہتے ہیں کہ اس ٹکٹ نے ہمیں آخر تک پہنچا دیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے لئے ایک پہلا معجزہ جو ہم نے دیکھا وہ یہی تھا۔ لیکن بہر حال نیت نیک تھی۔ مجبوری تھی اس کی وجہ سے انہوں نے ٹکٹ لیا نہ کہ ارادۃً دھوکہ دینے کے لئے۔ تو بہر حال لکھتے ہیں کہ بٹالے سے پھر پیدل قادیان چلے گئے۔ قادیان جب ہم مسجد مبارک میں داخل ہوئے اُسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔ میرے ساتھ جو دوست تھا وہ ایک اہلحدیث عالم تھا۔ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ملتے ہی ایک سوال کیا کہ جب قرآن اور حدیث ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہے تو آپ کی بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ حضور اُسی وقت وہیں کھڑے ہو گئے اور تقریر شروع فرمائی۔ ابھی حضور کی تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ معترض ساتھی نے عرض کیا کہ حضور میری تسلی ہو گئی ہے۔ مَیں بیعت کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو اور پوری تسلی کر لو۔ شاید آپ کو دھوکہ نہ لگ جائے۔ پھر نماز ظہر پڑھا کر گھر تشریف لے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تقریر کے خاتمے پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ اخباروں میں سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ (یعنی یہ سوال جواب پہلے ہو چکے ہوئے ہیں جو اس نے کیا تھا کہ کیا ضرورت ہے قرآن اور حدیث کی موجودگی میں کسی اور کی بیعت کرنے کی؟) مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پھر باہر سے آنے والے لوگ حضور کی خدمت میں سوال کر کے تکلیف دیتے ہیں اور اخبار کو نہیں پڑھتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب! تقریر تو میں کرتا ہوں اور تکلیف آپ کو ہوتی ہے۔ حضور ہر سوال کرنے والے کا بڑی خندہ پیشانی سے جواب فرمایا کرتے تھے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 121 تا 124 روایت حضرت چوہدری عبدالحکیم صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت چوہدری عبدالحکیم صاحب ولد چوہدری شرف الدین صاحب گاکھڑ چیماں تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ ’’جس شام کو میں نے بیعت کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے تشریف لے جانے کے بعد میں حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں حاضر ہوا جو مسجد مبارک کے چھت کے پاس ہی کوٹھڑی میں رہتے تھے‘‘۔ پہلی روایت بھی ان کی ہے۔ ’’انہوں نے ایک چھوٹی سی چارپائی چھت پر بچھائی ہوئی تھی۔ مَیں اُن کی خدمت میں دیر تک بیٹھا رہا اور بہت سے مسئلے پوچھتا رہا۔ مگر سوائے ایک بات کے اور کوئی مجھے یاد نہیں رہی اور وہ یہ کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا کہ مخالف لوگ کہتے ہیں کہ نورالدین دنیا کمانے کے لئے قادیان آیا ہے۔ مگر مجھے تو وہ چارپائی ملی ہے‘‘ (چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے) ’’جس پر میرا آدھا جسم نیچے ہوتا ہے۔ میں تو صرف خدا کے لئے یہاں آیا ہوں اور میں نے وہ حضرت اقدس کی بیعت میں پا لیا۔ جس خدا کے لئے میں یہاں آیا ہوں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت کر کے میں نے پا لیا‘‘۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 125 روایت حضرت چوہدری عبدالحکیم صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

یہی اعزاز تھا جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے شعر میں حضرت خلیفۂ اوّل کی تعریف اس طرح کی ہے کہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ امت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

(درثمین فارسی صفحہ 117 مطبوعہ ربوہ)

کہ کیا ہی خوشی کی بات ہو اگر ہر ایک دل میں نورالدین کی طرح کا جذبہ ہو۔ اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب ہر دل میں ایک یقین بھرا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعوے کے بارے میں حق الیقین پر قائم ہوں تو تبھی وہ رُتبہ ملتا ہے جو حضرت مولانا نورالدین صاحب کو ملا۔

حضرت حامد حسین خان صاحبؓ جو محمد حسین خان صاحب مراد آباد کے بیٹے تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں 1902ء میں علی گڑھ سے آ کر میرٹھ میں ملازم ہوا تھا۔ میری ملازمت کے کچھ عرصے بعد مکرمی خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب بسبیلِ تبادلہ بعہدہ انسپکٹر آبکاری میرٹھ میں تشریف لے آئے۔ آپ چونکہ احمدی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر چکے تھے، لہٰذا آپ کے گھر پر دینی ذکر و اذکار ہونے لگے۔ اور شیخ عبدالرشید صاحب زمیندار ساکن محلہ رنگ ساز صدر بازار میرٹھ کیمپ پر مولوی عبدالرحیم صاحب وغیرہ خان صاحب موصوف کے گھر پر آنے جانے لگے۔ خان صاحب موصوف سے چونکہ مجھے بوجہ علی گڑھ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے محبت تھی۔ اس لئے میری نشست و برخاست بھی خان صاحب کے گھر پر ہونے لگی۔ مَیں نے کتابیں دیکھنے کا شوق ظاہر کیا تو حضرت اقدس مسیح موعود کی چھوٹی چھوٹی تصانیف خان صاحب نے مجھے دیں جن میں غالباً برکات الدعا پہلے پڑھی اور اس طرح اور کتابیں تھیں۔ کہتے ہیں وہ مَیں نے دیکھنی شروع کیں۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی خان صاحب کے ہاں تشریف لائے اور میرٹھ میں مناظرے کے طور پر گئے۔ اُس وقت صرف ایک ہی مسئلہ زیرِ بحث تھا۔ اور وہ وفاتِ مسیح کا مسئلہ تھا۔ مناظرہ وغیرہ تو میرٹھ کے شریر اور فسادی لوگوں کے باعث نہ ہوا۔ لیکن مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی تقریر ضرور مَیں نے وفاتِ مسیح کے متعلق سنی۔ کہتے ہیں کہ میرٹھ کی پبلک سے جو جھگڑا مناظرے کے متعلق ہوا اُس کے علیحدہ ایک رسالے میں واقعات آ گئے ہیں۔ بہر حال اس کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے خان صاحب موصوف سے عرض کیا کہ اگر حضرت اقدس کہیں میرٹھ کے قریب قریب تشریف لائیں تو مجھے ضرور اطلاع دیں۔ میں ایسے عظیم الشان شخص کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر نہ دیکھوں تو بڑی بدنصیبی ہو گی۔ وہ کہتے ہیں اُس وقت مجھے بیعت کا خیال تو نہیں تھا۔ اس کے بعد 1904ء میں ایک بہت بڑا زلزلہ آیا جس کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آیا ہے۔ اس کے بعد ایک دن خانصاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لا رہے ہیں۔ آپ بھی زیارت کے لئے چلیں۔ کہتے ہیں میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور پھر ہم دہلی چلے گئے۔ دہلی میں حضرت اقدسؑ کا قیام الف خان والی حویلی میں جو محلہ چتلی قبر میں واقع ہے وہاں تھا۔ میں اور خانصاحب موصوف بذریعہ ریل دہلی پہنچے۔ غالباً بارہ، ایک بجے کا وقت تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ مکان کے اوپر کے حصہ میں تشریف رکھتے تھے اور نیچے دوسرے دوست ٹھہرے ہوئے تھے۔ مکان میں داخل ہوتے ہوئے میری نظر مولوی محمد احسن صاحب پر پڑی۔ چونکہ ان سے تعارف میرٹھ کے قیام کے وقت سے ہو چکا تھا تو میں ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں غالباً خان صاحب نے جو اس برآمدہ میں بیٹھے تھے جس کے اوپر کے حصہ میں حضرت اقدسؑ کا قیام تھا مجھ کو اپنے پاس بلا لیا۔ میں ایک چارپائی پر پائینتی کی طرف بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ جہاں میں بیٹھا تھا ان کے قریب ہی زینہ تھا، سیڑھیاں تھیں گھر کے اوپر والے حصے میں جانے کی، تو کہتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ اوپر سے تشریف لے آئے۔ سیڑھیوں کی طرف میری پشت تھی۔ اور مَیں نے آتے ہوئے دیکھا نہیں۔ حضور علیہ السلام نیچے تشریف لائے اور آہستگی سے آ کر میرے برابر پلنگ کی پائینتی پر بیٹھ گئے۔ میرے ساتھ ہی بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گئے۔ کہتے ہیں مَیں تو پہچانتا نہیں تھا۔ جب حضور بیٹھ گئے تو اس وقت پہچاننے والا اور کوئی تھا نہیں۔ تو کسی نے مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب تشریف لے آئے۔ اس وقت میں گھبرا کر وہاں سے اٹھنا چاہتا تھا کہ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ یہیں بیٹھے رہیں۔ یہ یاد نہیں کہ حضور نے مجھ کو بازو سے پکڑ کر بٹھا دیا یا صرف زبان سے ارشاد فرمایا۔ حضرت صاحب کے تشریف لانے کے بعد تمام دوستوں کو جو مکان کے مختلف حصوں میں قیام پذیر تھے اطلاع ہو گئی اور مکان میں ایک ہلچل مچ گئی۔ اس قدر یاد ہے کہ غالباً خانصاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ میرٹھ سے آئے ہیں۔ اور اتنے میں اور باتیں ہونے لگیں۔ پھر آگے کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد ظہر اور عصر کی نمازیں وہاں ادا کی گئیں اور اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو دوست بیعت کرنا چاہتے ہوں وہ آگے آ جائیں۔ اس پر کسی اور دوست نے بھی اونچی آواز میں اعلان کیا۔ چنانچہ بہت سے دوست آگے ہوئے اور میں سب سے پیچھے رہ گیا۔ حضور نے بیعت شروع کرنے سے قبل ارشاد فرمایا کہ جو دوست مجھ تک نہیں پہنچ سکتے وہ بیعت کرنے والوں کی کمر پر ہاتھ رکھ کر جو مَیں کہوں وہ الفاظ دہراتے جائیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں اس وقت بھی خاموش الگ سب سے پیچھے بیٹھا رہا کیونکہ ارادہ نہیں تھا بیعت کرنے کا، اور ہاتھ بیعت کرنے والوں کی کمر پر نہیں رکھا۔ جب حضرت صاحب نے بیعت شروع کی تو میرا ہاتھ بغیر میرے ارادے کے آگے بڑھا اور جو صاحب میرے آگے بیٹھے ہوئے تھے، مَیں نے ہاتھ اُن کی کمر پر رکھ دیا اور اُس کے ساتھ بیعت کے الفاظ دہرانے لگا۔ اور پھر دوبارہ لکھتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرا ہاتھ میرے ارادے سے آگے نہیں بڑھا بلکہ خود بخود آگے بڑھ گیا۔ جب حضرت اقدسؑ نے رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ کی دعا کا ارشاد فرمایا۔ سب نے اس کو دہرایا۔ میں نے بھی دہرایا۔ لیکن جب حضرت صاحب نے اس کے معنے اردو میں فرمانے شروع کئے اور بیعت کنندوں کو دہرانے کا ارشاد فرمایا تو میں نے جس وقت وہ الفاظ دہرائے تو اپنے گناہوں کو یاد کر کے سخت رقّت طاری ہو گئی۔ اور یہاں تک کہ اس قدر زور سے میں چیخ کر رونے لگا کہ سب لوگ حیران ہو گئے۔ اور میں روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ مجھ کو خبر ہی نہیں رہی کہ کیا ہو رہا ہے۔ جب دیر ہو گئی تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ وہ لایا گیا اور حضور نے اس پر کچھ پڑھ کر میرے اوپر چھڑکا۔ یہ مجھ کو خانصاحب سے معلوم ہوا۔ انہوں نے بعد میں بتایا۔ ہاں اس قدر یاد ہے کہ حالتِ بیہوشی میں مَیں نے دیکھا کہ مختلف رنگوں کے نور کے ستون آسمان سے زمین تک ہیں۔ اس کے بعد مجھ کو کسی دوست نے زمین سے اٹھایا۔ میں بیٹھ گیا مگر میرے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اس قدر حالت متغیر ہو گئی کہ میرٹھ آ کر بھی بار بار روتا تھا۔ پھر خانصاحب موصوف نے میرے نام ’’بدر‘‘ و ’’ریویو‘‘ جاری کرا دیا۔ اور بدر میں حضرت اقدسؑ کی وحی مقدس شائع ہوتی تھی۔ اس سے بہت محبت ہو گئی۔ اور ہر وقت یہ جی چاہتا تھا کہ تازہ وحی سب سے پہلے مجھ کو معلوم ہو جائے۔ پھر جلسہ پر دارالامان جانے لگا اور برابر جاتا رہا۔

حضرت اقدسؑ کو دعاؤں کے لئے خط لکھتا رہا۔ اور ایک خط کا جواب حضرت اقدسؑ نے اپنے دستِ مبارک سے دیا تھا۔ وہ میرے پاس اب تک موجود تھا۔ لیکن بعد میں کہیں گم گیا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 63 تا 67۔ روایت حضرت حامد حسین خان صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت مستری اللہ دتہ ولد صدر دین صاحب رضی اللہ عنہ سکنہ بھانبڑی ضلع گورداسپور کہتے ہیں کہ 1894ء میں انہوں نے بیعت کی تھی اور 1894ء میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ ’’میرے استاد کا نام مہر اللہ تھا۔ میں نے اُن سے قرآن شریف سادہ پڑھا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ امام مہدی ظاہر ہونے والا ہے اس کی بیعت کر لینا۔ جب خبر سنائی دی کہ قادیان میں حضرت امام مہدی ظاہر ہو گئے تو میں نے اپنے استاد مہر اللہ صاحب کے کہنے پر بیعت کر لی۔ مَیں نے اور میرے بھائی رحمت اللہ صاحب نے قادیان میں آ کر بیعت دستی کر لی تھی۔ اور بھانبڑی سے ہمیشہ جمعہ قادیان میں آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہم پڑھا کرتے تھے۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے دوست اگر تمہارے پاس آیا کریں تو ان کی خاطر تواضع کیا کرو۔ ماسٹر عبدالرحمان صاحب بی اے بھانبڑی بھی ہمارے پاس جایا کرتے تھے اور مفتی فضل الرحمان صاحب بھی کبھی کبھی جایا کرتے تھے‘‘۔ کہتے ہیں کہ ’’میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانی اکثر دفعہ سنا ہے کہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا سلسلہ سچا ہے۔ اس کو انشاء اللہ زوال نہ ہو گا۔ جھوٹ تھوڑے دن رہتا ہے اور سچ سدا رہتا ہے۔ کچھ زمیندار مہمان قادیان میں آ گئے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ اس وقت صبح آٹھ بجے کا وقت ہو گا۔ حضرت صاحب نے باورچی سے پوچھا۔ کچھ کھانا ان کو کھلایا جائے۔ باورچی نے کہا کہ حضور رات کی بچی ہوئی باسی روٹیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کچھ حرج نہیں ہے لے آؤ۔ چنانچہ باسی روٹیاں لائی گئیں۔ حضور نے بھی کھائیں اور سب مہمانوں نے بھی کھا لیں۔ غالباً وہ مہمان قادیان سے واپس اپنے گاؤں اٹھوال کو جانے والے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ باسی کھا لینا سنت ہے‘‘۔

(رجسٹر روایت صحابہ نمبر 4 صفحہ 106 روایت حضرت مستری اللہ دتہ صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت میراں بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد میاں شرف الدین صاحب درزی گوجرانوالہ آبادی چاہ روڈا محلہ احمد پورہ لکھتے ہیں کہ ’’خاکسار نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت قریباً 1897ء یا 98ء میں کی۔ مگر اپنے والد صاحب سے کچھ عرصہ تک اس امر کا اظہار نہ کیا۔ آخر کب تک پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ بھید کھل گیا تو والد صاحب نے خاکسار کو صاف جواب دے کر گھر سے نکال دیا۔ تو خاکسار نے خدا رازق پر توکل کر کے ایک الگ دوکان کرایہ پر لے لی۔ تنگدستی تو تھی ہی مگر دل میں شوق تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے بموجب حیثیت حضرت اقدسؑ کے لئے ایک پوشاک بنا کر اور اپنے ہاتھ سے سی کر حضور کی خدمت میں پیش کی جائے۔ اسی خیال سے مَیں نے ایک کرتہ ململ کا اور ایک شلوار لٹھے کی اور ایک کوٹ صرف سیاہ رنگ کا اور ایک دستار ململ کی خرید کر اور اپنے ہاتھ سے سی کر پوشاک تیار کر لی اور قادیان شریف کا کرایہ ادھر ادھر سے پکڑ پکڑا کر قادیان شریف پہنچ گیا۔ دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ اس لئے خیال تھا کہ اگر ہو سکے تو یہ ناچیز اور غریبانہ تحفہ آج ہی حضور کی خدمتِ بابرکت میں پہنچ جائے تو شاید حضور جمعہ کی نماز سے پہلے ہی اس کو پہن کر اس غریب کے دل کو خوش کر دیں۔ غرض اسی سوچ بچار میں قاضی ضیاء الدین صاحب کی دوکان پر پہنچ گیا اور ان کے آگے اپنی دلی خواہش کا اظہار کر دیا۔ وہ سنتے ہی کہنے لگے کہ چل میاں، میں تم کو حضور کی خدمت میں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت اٹھ کر مجھے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے۔ اس وقت حضور علیہ السلام ایک تخت پوش پر بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ اور خواجہ صاحب کمال الدین تخت پوش کے سامنے ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں بھی وہاں خواجہ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ خواجہ صاحب نے دریافت کیا کہ اس وقت کیسے آئے۔ قاضی صاحب نے میری خواہش کا اظہار کر دیا۔ خواجہ صاحب تھوڑی دیر خاموش رہ کر میری طرف مخاطب ہوئے اور کہا کیوں میاں! مَیں ہی تمہاری وکالت کر دوں۔ مَیں نے کہا یہ تو آپ کی بہت مہربانی ہو گی۔ اس پر خواجہ صاحب نے مجھ سے وہ کپڑے لے کر حضورؑ کو پیش کر دیئے۔ اور ساتھ ہی یہ عرض بھی کر دی کہ حضور اس لڑکے کی خواہش ہے کہ حضور ان کپڑوں کو پہن کر جمعہ کی نماز پڑھیں۔ خواجہ صاحب کی یہ بات سن کر حضور نے کپڑے اٹھا کر پہننے شروع کر دیئے‘‘۔ (مطلب یہ کہ فوری تو نہیں پہنے ہوں گے لیکن دیکھنے شروع کر دیئے) ’’لیکن جب کوٹ پہنا تو وہ تنگ تھا۔ تو مَیں نے عرض کی کہ حضور کوٹ بہت تنگ ہے۔ اگر اس کو اتار دیں تو میں اس کو کچھ کھول دوں۔ حضور نے کوٹ اتار کر مجھے دے دیا۔ میں جلدی سے اٹھ کر بازار میں آیا اور ایک درزی کی دوکان پر بیٹھ کر تھوڑا سا کوٹ کو کھولا اور خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے کوٹ پہن لیا مگر ابھی بھی بٹن بند نہیں ہوتے تھے۔ مگر حضور نے کھینچ تان کر بٹن لگا لئے اور کچھ بھی خیال نہ کیا کہ یہ کپڑے حضور کے پہننے کے لائق بھی ہیں یا نہیں‘]۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 12 تا 14۔ روایت حضرت میاں میراں بخش صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحب چھبر جو ریاست جموں کے مولوی نیک عالم صاحب کے بیٹے تھے، لکھتے ہیں کہ 1929ء میں پینشن حاصل کی اور قادیان آ گیا۔ 1907ء کے جلسہ سالانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے تو تمام مسجد پُر ہو گئی اور کوئی جگہ باقی نہ تھی۔ حضور کے ساتھ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ اُن کی بغل میں جائے نماز تھی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا کہ جوتیاں لوگوں کی ہٹا کر جائے نماز بچھا دی جاوے جس پر شمال کی طرف ڈاکٹر صاحب مذکور اور ان کے بائیں طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے بائیں طرف عاجز راقم نے نماز پڑھی۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ اُس دن حضرت صاحب جری اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر سب تقریروں کے بعد تھی۔ یعنی کم از کم پانچ گھنٹے بعد حضور کی تقریر ہوئی تھی۔ پہلے مقررین کی تقریروں میں سے راقم نے کچھ نہیں سنا اور حضرت جری اللہ مسیح موعود الصلوۃ والسلام کی پاک صورت اور مبارک چہرے پر میری نظر تھی اور میں زار زار رو رہا تھا۔ غالباً اس کی وجہ اب مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں نے زندگی میں اس کے بعد حضور انورؑ کو نہیں دیکھنا تھا۔ اس لئے اس روز راقم نے پانچ گھنٹہ حضور کے رُوئے مبارک کو ٹکٹکی باندھے دیکھا اور بخدا مجھے کسی کی تقریر کا کوئی حصہ یاد نہیں ہے اور اس عرصہ میں زار قطار رویا اور پر جوش محبت سے گریہ و بُکا کیا۔ الحمد للہ۔ پھر اپنے وقت پر حضرت اقدسؑ سٹیج پر تشریف لے گئے اور سورہ الحمد شریف کی نہایت ہی لطیف اور لذیذ و پُر تاثیر تفسیر بیان فرمائی۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 4 صفحہ 125-136 روایت حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ) (آج برف پڑنے کی وجہ سے ٹریفک زیادہ تھا، اس لئے لیٹ ہو گیا، حالانکہ نکلا بھی پہلے تھا لیکن جمعہ شروع ہونے کے بعد اب دھوپ نکل آئی ہے۔ چلیں تھوڑی دیر آپ لوگ صبر سے انتظار کر لیں۔ وقت تو مَیں اگر پورا نہیں تو کم از کم زائد ضرور لوں گا۔)

حضرت غلام رسول صاحب رضی اللہ عنہ چانگریاں تحصیل پسرور، ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ لکھتے ہیں کہ ’’خاکسار خدا کے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ میں داخل ہے۔ میں نے 1901ء میں یا 1902ء میں بیعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر کی تھی۔ اُس وقت حضور کی خدمت میں ایک ہفتہ رہا۔ اور ہم آپ کو جب آپ مسجد میں عموماً مغرب کی نماز کے بعد بیٹھتے تھے دباتے تھے۔ یعنی ٹانگیں وغیرہ دبایا کرتے تھے۔ اور آپ ہم کو منع نہیں کرتے تھے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک ایسا تھا کہ وہ شبہات جو مولوی ڈالتے تھے آپ کا چہرہ دیکھنے سے دور ہو جاتے تھے۔ چنانچہ مَیں نے سنا ہوا تھا کہ مہدی معہود کا چہرہ ستارے کی طرح چمکتا ہو گا اور مَیں نے ایسا ہی پایا۔ اور میرے سارے اعتراضات آپ کے چہرہ دیکھتے ہی حل ہو گئے۔ اور جب آپ پر کرم دین نے دعویٰ کیا تھا اور مجسٹریٹ چندولال کی عدالت میں دعویٰ تھا اور بہت شور تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضرور جیل میں جائیں گے اور حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے کہ لوگ یہ افواہ اڑا رہے ہیں کہ میں جیل میں جاؤں گا۔ ہمارا خدا کہتا ہے تمہیں ایسی فتح دوں گا جیسے صحابہ کو جنگ بدر میں دی تھی اور وہ الفاظ آپ کے اب تک کانوں میں گونجتے ہیں‘‘۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 111 روایت حضرت غلام رسول صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت رحمت اللہ صاحب احمدی پنشنر۔ سنگرور ریاست جیند لکھتے ہیں کہ ’’میرا نام رحمت اللہ خلف مولوی محمد امیر شاہ قریشی سکنہ موضع بیرمی ضلع لدھیانہ ہے۔ کہتے ہیں خدا نے اپنے فضل و رحم سے مجھے چن لیا۔ اور غلامی حضور سے سرفراز فرمایا ورنہ من آنم کہ من دانم۔ تفصیل اس کی یہ ہے: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے چند ماہ لدھیانہ میں قیام فرمایا۔ میری عمر اس وقت قریباً سترہ اٹھارہ برس کی ہو گی۔ اور طالب علمی کا زمانہ تھا۔ میں حضور کی خدمتِ اقدس میں گاہے بگاہے حاضر ہوتا۔ مجھے وہ نور جو حضور کے چہرہ مبارک پر ٹپک رہا تھا نظر آیا۔ جس کے سبب سے میرا قلب مجھے مجبور کرتا کہ یہ جھوٹوں کا منہ نہیں ہے۔ مگر گردونواح کے مولوی لوگ مجھے شک میں ڈالتے۔ اسی اثناء میں حضور کا مباحثہ مولوی محمد حسین بٹالوی سے لدھیانہ میں ہوا جس میں مَیں شامل تھا۔ اس کے بعد خدا نے میری ہدایت کے لئے ازالہ اوہام کے ہر دو حصے بھیجے۔ وہ سراسر نور و ہدایت سے لبریز تھا۔ خدا جانتا ہے کہ میں اکثر اوقات تمام رات نہیں سویا۔ اگر کتاب پر سر رکھ کر غنودگی ہو گئی تو ہو گئی ورنہ کتاب پڑھتا رہا اور روتا رہا کہ خدایا یہ کیا معاملہ ہے۔ مولوی لوگ کیوں قرآن شریف کو چھوڑتے ہیں؟ خدا جانتا ہے کہ میرے دل میں شعلۂ عشق بڑھتا گیا۔ میں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو لکھا کہ حضرت مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تیس آیات سے ثابت کرتے ہیں۔ آپ براہِ مہربانی حیات کے متعلق جو آیات و احادیث ہیں تحریر فرماویں۔ اور ساتھ جو تیس آیاتِ قرآنی جو حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں تردید فرما کر میرے پاس بھجوا دیں۔ میں شائع کرا دوں گا۔ جواب آیا کہ آپ عیسیٰ کی حیات و ممات کے متعلق حضرت مرزا صاحب یا اُس کے مریدوں سے بحث مت کرو۔ کیونکہ اکثر آیاتِ وفات ملتی ہیں۔ (قرآنِ کریم میں اگر دیکھنا ہے تو پھر وہاں تو وفات کی آیات ہی ملتی ہیں) یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اُن غیر احمدی مولوی صاحب نے لکھا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس امر پر بحث کرو کہ مرزا صاحب کس طرح مسیح موعود ہیں؟ جواب میں عرض ہوا کہ اگر حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں تو حضرت مرزا صاحب صادق ہیں۔ جواب ملا کہ آپ پر مرزا صاحب کا اثر ہو گیا ہے۔ میں دعا کروں گا۔ جواب میں کہتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ آپ اپنے لئے دعا کریں۔ آخر مَیں آستانۂ الوہیت پر گرا اور میرا قلب پانی ہو کر بہہ نکلا۔ گویا میں نے عرش کے پائے کو ہلا دیا۔ عرض کی خدایا مجھے تیری خوشنودی درکار ہے۔ میں تیرے لئے ہر ایک عزت کو نثار کرنے کو تیار ہوں اور ہر ایک ذلت کو قبول کروں گا۔ تو مجھ پر رحم فرما۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مَیں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بوقت صبح قریباً چار بجے 25 دسمبر 1893ء بروز سوموار جناب سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ تفصیل اس خواب کی یہ ہے کہ خاکسار موضع بیرمی میں نماز عصر کا وضو کر رہا تھا کہ کسی نے مجھے آ کر کہا کہ رسولِ عربی آئے ہوئے ہیں اور اسی ملک میں رہیں گے۔ میں نے کہا کہاں؟ اس نے کہا یہ خیمہ جات حضور کے ہیں۔ میں جلد نماز ادا کر کے گیا۔ حضور چند اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ بعد سلام علیکم مجھے مصافحہ کا شرف بخشا گیا۔ میں بہ ادب بیٹھ گیا۔ حضور عربی میں تقریر فرما رہے تھے۔ خاکسار اپنی طاقت کے موافق سمجھتا تھا۔ اور پھر اردو بولتے تھے۔ فرمایا میں صادق ہوں۔ میری تکذیب نہ کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ لکھتے ہیں کہ مَیں نے کہا آمَنَّا وَصَدَّقْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ تمام گاؤں مسلمانوں کا تھا۔ مَیں حیران تھا کہ خدایا! یہ کیا ماجرا ہے؟ آج مسلمانوں کے قربان ہونے کا دن تھا۔ گویا حضور کا ابتدائی زمانہ تھا۔ گو مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ حضور اسی ملک میں تشریف رکھیں گے مگر حضور نے کوچ کا حکم دیا۔ مَیں نے رو کر عرض کی حضور جاتے ہیں۔ مَیں کس طرح مل سکتا ہوں۔ میرے شانہ پر حضور نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم خود تم کو ملیں گے۔ کہتے ہیں اس کی تفہیم مجھے یہ ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب رسولِ عربی ہیں۔ مجھے فعلی رنگ میں سمجھایا گیا۔

کہتے ہیں میں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ مگر بتاریخ 27 دسمبر 1898ء قادیان حاضر ہو کر بعد نمازِ مغرب بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور خدا کے فضل نے مجھے وہ استقامت عطا فرمائی کہ کوئی مصائب مجھے تزلزل میں نہیں ڈال سکے۔ مگر یہ سب حضور کی صحبت کا طفیل تھا جو بار بار حاصل ہوئی۔ اور ان ہاتھوں کو حضور کی مٹھیاں بھرنے کا فخر ہے (یعنی کہ دبانے کا بھی فخر ہے)۔ گو مجھے اعلان ہونے پر رنگارنگ کے مصائب پہنچے مگر خدا نے مجھے محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ اس نقصان سے بڑھ کر انعام عنایت کیا۔ اور میرے والد اور میرے بھائی اور قریبی رشتہ دار احمدی ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 58-59 روایت حضرت رحمت اللہ صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت مولوی فتح علی صاحب احمدی منشی فاضل دوالمیال ضلع جہلم کہتے ہیں کہ مَیں نے 1904ء میں بمعہ بال بچہ آ کر حضور مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضور کی حیاتِ مقدس میں ہر سال بمعہ بال بچہ ہی حضور کی خدمت اقدس میں یہاں پہونچتا رہا اور جب کبھی حضور باہر نماز کے لئے تشریف لاتے اور مسجد میں بیٹھتے تو ہم دوالمیال کی جماعت جو پانچ سات کس تھے پاس بیٹھتے۔ اور حضور کی زبان مقدس کے الفاظ سے فیض اٹھاتے اور چند دفعہ دعا کے لئے بھی عرض کی گئی تھی۔ اس وقت وہ چھوٹی سی مسجد جس میں پانچ چھ آدمی بصد مشکل کھڑے ہو سکتے تھے۔ پھر مسجد مبارک وسیع کی گئی۔ ایک دفعہ ہماری جماعت کے امام مسجد مولوی کرم داد صاحب نے عرض کی کہ حضور ہماری مسجد میں قدیم سے ایک امام سید جعفر شاہ صاحب ہیں۔ وہ حضور کے معتقد ہیں۔ وہ آپ کو مانتے ہیں لیکن غیروں کی بھی گاہ بگاہ جنازوں میں یا نمازوں میں اقتداء کرتے ہیں (مانتے تو ہیں لیکن غیروں کے پیچھے، مولویوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں)۔ تو میں نے عرض کی کہ وہ شخص یہاں تک معتقد ہے کہ ایک دفعہ مجھ سے اس نے خط لکھوایا اور یہ لفظ لکھوائے کہ میں حضور کے کتوں کا بھی غلام ہوں۔ اگر کسی وقت جہالت یا نادانی سے کمی بیشی ہوگئی ہو تو حضور فی سبیل اللہ معاف فرما دیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب وہ اب تک دنیا کی لالچ یا خوف سے غیروں کے پیچھے نماز یا جنازہ پڑھتا ہے (جو تکفیر کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُن کے پیچھے نماز پڑھتا ہے) تو کب اس نے ہم کو مانا۔ آپ اس کے پیچھے نمازیں مت پڑھیں۔ درزی تھے، کہتے ہیں: مَیں نے اسی وقت حضرت امّ المومنین کے حکم سے اندر سے سلائی مشین منگوائی اور حضرت صاحبزادہ شریف احمدؓ کا جو اس وقت آٹھ دس سال کے ہوں گے گرم کوٹ تیار کر رہا تھا اور اس طرح انہوں نے تیار کیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کھیوڑہ سے آیا کرتے تھے تو ہماری عورتوں نے کہا کہ دس گیارہ میل ہمیں پیدل پہاڑی سفر کرنا پڑتا ہے، اس لئے ہم بستر نہیں لا سکتے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ حامد علی (حامد علی صاحب جو آپ کے خدمت گار تھے) دوالمیال والوں کو رضائیاں اور بستر دے دیا کرو۔

حضور کی برداشت کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تھی تو ہم حضور سے دوائیاں وغیرہ بھی منگوا لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا لڑکا عبدالعزیز مرحوم جو سات آٹھ سال کا تھا جو میرے ساتھ بھی آتا رہا اور حضور کی درثمین کے اشعار نہایت خوش الحانی، خوش آوازی سے پڑھتا تھا (خوش الحانی سے پڑھا کرتا تھا)۔ جلسوں میں بھی اور حضور کے اندر بھی آ کر سناتا تھا۔ حضور اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ دوالمیال والوں کی درخواستیں بھی یہی اندر میں حضور کو پہنچاتا تھا۔ ایک دفعہ محمد علی ولد نعمت نے ایک عرضی کسی خاص دعا کے لئے لکھ کر عبدالعزیز کو دی کہ حضور کو دے آؤ اور گھر جانے کی اجازت لے آؤ۔ چونکہ ابھی سویرا ہی تھا اور حضور نماز فجر کے بعد رضائی اوڑھ کر بمعہ بچوں کے لیٹے ہوئے تھے۔ یہ بھی بچہ تھا۔ اس قدر ادب اور احترام کو نہیں سمجھتا تھا کہ حضور آرام کر رہے ہیں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض دفعہ، بلکہ اکثر نمازِ فجر کے بعد آرام کیا کرتے تھے) یہ بچہ اندر گیا اور فوراً حضور کے چہرہ مُبارک سے رضائی اٹھا لی اور وہ رُقعہ دیا اور ساتھ اجازت جانے کی بھی مانگی۔ لکھتے ہیں قربان ہوں میرے ماں باپ کہ ذرا بھی حضور کے چہرہ مبارک پر ملال نہ آیا کہ ارے بیوقوف! ہم کو بے آرام کر دیا بلکہ پیار سے کہا کہ اچھا اجازت ہے۔ یہ تھے حضور کے اخلاق فاضلہ جس نے تمام مخلوقات کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 72-73 روایت حضرت مولوی فتح علی صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت بہاول شاہ صاحب ولد شیر محمد صاحب جو انبالہ کے تھے، لکھتے ہیں کہ اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح و مہدی سے کیونکر ملایا اور مل کر ان سے کیا فیض حاصل ہوا، اس کے متعلق خاص حالات ہیں۔ میں اپنے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک خدا کو حاضر ناظر جان کر جس کے آگے جھوٹ بولنا کفر و ضلالت اور جہنم حاصل کرنا ہے، بیان کرتا ہوں کہ مجھے خدا کے فضل سے دین کے ساتھ بچپن سے ہی محبت تھی۔ تقریباً 30 سال کی عمر میں ایک سنت نبوی پر عمل کرنے اور اس میں کچھ کج روی پیدا ہونے کے باعث ایک فوجداری مقدمہ تین سال تک رہا جس میں تنگی و تکلیف کی کوئی حد نہ تھی۔ میرے سے زیادہ گاؤں والوں کو تکلیف تھی کیونکہ اس کج روی کا وہی باعث تھے۔ بچپن ہی سے مجھے کسی سچے رہبر و راہنما کی دل میں خواہش تھی۔ کئی بزرگوں کی طرف نظر تھی دل کو اطمینان نہ تھا۔ آخر میاں جی امام الدین صاحب چک لوہٹوی کی معرفت جو میرے استاد اور مولوی عبدالحق صاحب کے جو اس وقت زندہ، لیکن مسیح موعود سے منحرف ہیں کے والد تھے (جو اس وقت زندہ ہیں لیکن مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا، ان کے والد تھے) یعنی عبدالحق کے والد تھے۔ جو میرے احمدی ہونے کے بعد احمدی ہو کر فوت ہوئے۔ یعنی بیٹا احمدی نہیں ہوا۔ والد احمدی ہوئے لیکن ان کے بعد۔ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کے دعاوی کی نسبت باتیں سننے میں آتیں اور فرمایا کرتے کہ زمانہ امام کو چاہتا ہے اور واقعی مرزا صاحب سچے امام ہیں۔ لوگ ان کو برا کہتے ہیں۔ میری طرف اور مولوی عبدالحق صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے کہ دیکھنا تم ان کو کبھی برا نہ کہنا۔ جب مولوی محمد حسین دہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفر کا فتویٰ لگانے کے لئے گئے تھے۔ اس وقت میں اور مولوی عبدالحق، مولوی نذیر حسین کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے دہلی ہی میں تھے۔ مَیں تو چھ، سات ماہ کے بعد واپس اپنے استاد کی خدمت میں چک لوہٹ حاضر ہو گیا لیکن مولوی عبدالحق صاحب دہلی میں پڑھتے رہے۔ مولوی محمد حسین نے دہلی سے واپس آ کر ہمارے ارد گرد کے گاؤں میں حضرت صاحب کو لوگوں سے کافر کہلوانے کی خاطر دورہ شروع کیا۔ میاں جی امام الدین صاحب کے پاس بھی پہنچے لیکن انہوں نے ہرگز برا نہ کہا اور یہ جواب دیا کہ آپ نے جو کفر کا محل تیار کیا ہے اس میں میرے لئے اینٹ لگانے کو کونسی جگہ خالی ہے۔ آپ عالم ہیں۔ آپ ہی کو مبارک ہو۔ آخر محمد حسین ناامید ہو کر چلا گیا۔ مجھے منشی عبداللہ صاحب سنوری جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے خادم تھے اور ان کا ذکر خیر اکثر مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں نہایت خوبی سے کیا ہے، اُن سے محبت تھی۔ جب مقدمہ نے زیادہ طول پکڑا تو مولوی عبداللہ صاحب سنوری اور مولوی عبدالحق صاحب نے حضور مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کروانے کے لئے بھیجا۔ جب مَیں بٹالہ سے چلا اور لوگوں سے مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت حالات دریافت کرنے شروع کئے تو جو بھی ملتا وہ یہی کہتا کہ وہاں مت جاؤ۔ وہ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ مولوی برا کہتے ہیں تم بھی برے یعنی کافر ہو جاؤ گے۔ مگر مَیں ان کو کہتا کہ اب تو مَیں آ گیا ہوں جو بھی خدا کرے۔ اگر سچ ہوا پھر تو میں خدا کے فضل سے مولویوں سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ آخر میں 11؍ ستمبر 1898ء کو دارالامان پہنچا۔ تھوڑا سا دن باقی تھا۔ حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک کے اوپر تشریف فرما تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتی صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اور بھی چند اصحاب خدمت میں حاضر تھے۔ ایک مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی سیڑھیوں کے قریب مسجد مبارک کے اوپر کھڑے تھے۔ یہ مولوی عبدالحق صاحب کے صرف و نحو کے استاد تھے اور مجھ سے بھی واقف تھے۔ وہ بڑی خوشی اور تپاک سے مجھ سے ملے اور مجھے انہیں دیکھ کر بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم بیعت کرنے کے لئے آئے ہو۔ مَیں نے کہا۔ دعا کروانے کے لئے آیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ تم مولویوں سے ڈرتے ہو۔ مَیں نے کہا نہیں۔ مولویوں سے تو نہیں ڈرتا۔ حضور کی سچائی تو مجھے حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھنے سے ہی ظاہر ہو گئی کہ یہ منہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ اتنے میں سورج غروب ہونے کے قریب چلا گیا۔ ایک اور شخص کئی روز سے حضور کی خدمت میں بیعت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لیں۔ میں نے گھر کو واپس جانا ہے۔ حضور نے جواب فرمایا کہ ٹھہرو، خوب تسلی کرنی چاہئے۔ پھر اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ مولوی عبدالقادر صاحب نے میری نسبت حضور کی خدمت میں خود ہی عرض کیا کہ یہ شخص بیعت کرنا چاہتا ہے۔ حضور اسی وقت جو کسی قدر اونچے بیٹھے تھے، نیچے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آؤ جس نے بیعت کرنی ہے (وہ شخص تو پہلے ہی پاس بیٹھا تھا جو پہلے بیعت کرنا چاہتا تھا)۔ میں سیڑھیوں پر سے کھڑا حضور کی طرف چلا۔ دو تین ہاتھ کے فاصلہ پر رہا تو میرے دل پر ایسی کشش ہوئی جیسے کوئی رسّہ پا کر اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میری چیخیں نکل گئیں اور بے اختیار ہو کر حضور کے پاس بیٹھا۔ اور خوشی سے حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اور ہم دونوں شخصوں نے بیعت کی اور بعد میں حضور سے مقدمہ کے بارے میں دعا کے لئے عرض کی۔ حضور نے دعا فرمائی اور میں اس کے بعد دس دن وہاں ٹھہرا۔ کہتے ہیں کہ حضور سے اور قادیان سے ایسی محبت ہوگئی کہ واپس گھر جانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ قادیان بالکل بہشت کا نمونہ دکھائی دیتا تھا۔ یہاں ہر وقت سوائے خدا کے ذکر کے دنیا کے ذکر و فکر کی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی۔ ہر طرف سے سلاماً سلاماً کی آواز آتی تھی۔ میرے سارے غم و اندوہ دور ہو گئے۔ اس وقت حضور علیہ السلام پر قتل کا جھوٹا مقدمہ جو پادریوں کی سازش سے ایک لڑکے کے ذریعہ تھا چل رہا تھا یا چل چکا تھا۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ مَیں اجازت لے کر پھر آ گیا لیکن کہتے ہیں کہ بیعت کرنے پر میری حالت بالکل تبدیل ہو گئی۔ خدا کے ساتھ ایسی محبت اور عشق پیدا ہو گیا کہ رات دن سوائے اُس کے ذکر کے سونے کو بھی دل نہ چاہتا تھا۔ اگر سوتا تھا تو دھڑ دھڑا کر (یعنی گھبرا کر) اٹھتا تھا جیسے کوئی اپنے پیارے سے علیحدہ ہو گیا ہوتا ہے۔ میرے دل کی عجیب حالت تھی۔ گاہ گاہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی دل کو پکڑ کر دھوتا ہے۔ خشوع خضوع ہر روز بڑھتا جاتا تھا۔ یہ حضور کی توجہ کا اثر تھا۔ ایک دن خشوع کی حالت میں ایسا معلوم ہوا کہ میرا دل چیرا گیا اور اس کو دعا کر کے دھو دیا گیا اور ایک نئی روح اس میں داخل ہو گئی ہے۔ جسے روح القدس کہتے ہیں۔ میری حالت حاملہ عورت کی طرح ہو گئی۔ مجھے اپنے پیٹ میں بچہ سا معلوم ہوتا تھا۔ میرا وجود ایک لذت سے بھر گیا اور نورانی ہو گیا اور نور سینے میں دوڑتا معلوم ہوتا تھا۔ ذکر کے وقت زبان میں ایسی لذت پیدا ہوتی تھی جو کسی چیز میں وہ لذت نہیں۔ میرے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو بھی نمازوں میں بہت لذت آتی تھی۔ اور خوش ہو کر کہتے تھے کہ کیسی اچھی نماز پڑھائی ہے۔ یہ حالت اصل میں میری حالت نہ تھی بلکہ مسیح موعود کی حالت کا نقشہ تھا۔ مقدمہ تو خدا کے فضل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے میرے دارالامان ہوتے ہی جاتا رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچانے کا یہ سبب بنایا تھا جس کے ذریعہ اپنے ناچیز بندے کو آسمانوں کی سیر کرائی اور اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ مَیں مسیح موعودؑ کی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کو لے کر اکیلا مسجد میں بیٹھتا اور خوب غور سے سب کا مطالعہ کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کو قرآن شریف کی آیتوں کے مطابق پاتا۔ ایک دن میں ایک مخالف کی کتاب دیکھ رہا تھا اور دل میں حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیسے عالم ہیں جو ایسی کتابیں لکھ رہے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی نیند آ گئی اور سو گیا اور الہام ہوا۔ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ قَوْمٌ مُّنْذِرٌ یہ الہام میرے دل پر ایسا داخل ہوا جیسے کوئی چیز نالی کے راستے داخل ہوتی ہے۔ دل پر آتے ہی زبان پر جاری ہو گیا۔ اور اس الہام کے یہ معنی سمجھائے گئے کہ یہ عالم (یہ مولوی لوگ جو ہیں) ایک ایسی قوم ہیں جب ان کے پاس ڈرانے والی قوم آئی۔ یعنی نبی، تو یہ تعجب ہی کرتے رہے ہیں۔ مَیں اپنے الہاموں اور خوابوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھتا رہتا تھا۔ جب کوئی کسی قسم کا اعتراض مسیح موعود علیہ السلام پر کرتا، اس کے جواب کے لئے جھٹ قرآنِ شریف کی آیت میرے سامنے آجاتی اور میں

قرآن شریف سے اس کا جواب دیتا۔ ایک دفعہ ایک مولوی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت قرآن شریف سے دکھاؤ۔ جہاں موت کا لفظ آیا ہو۔ مَیں نے کہا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ (النساء:160)۔ یعنی اب کوئی بھی اہل کتاب قرآن شریف کے اس فیصلہ کو پڑھ کر کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی اور قتل کی موت سے نہیں مرے بلکہ اپنی طبعی موت سے مرے ہیں۔ طبعی موت پر ایمان لانے سے پہلے ایسی بات پر ایمان لائیں گے کہ سولی اور قتل کی موت سے نہیں مرے۔ بِہٖ کی ضمیر وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کی طرف ہے۔ مَوْتِہٖ سے عیسیٰؑ کی طبعی موت مراد ہے جس کی عیسیٰؑ قیامت کو گواہی دیں گے کہ مَیں سولی اور قتل کی موت سے نہیں مرا بلکہ قرآن شریف کے فیصلہ کے مطابق طبعی موت سے مرا ہوں۔ وہ مولوی اس بات کو سن کر جھٹ بھاگ گیا۔ اور اس وجہ سے وہاں کے گاؤں کی اکثریت احمدی ہو گئی تھی لیکن بعد میں پھر مولویوں کے ورغلانے پر اور ڈرانے پر کچھ لوگ پھر بھی گئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 4 صفحہ 107 تا 112 روایت حضرت بہاول شاہ صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

حضرت مددخان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انسپکٹر بیت المال قادیان بھی تھے، کشمیر کے رہنے والے تھے۔ 1896ء میں بیعت، 1904ء میں زیارت۔ کہتے ہیں کہ اے میرے پیارے خدا! کہ میں تیرے پاک نبی کے حالات لکھنے لگا ہوں تو اس میں برکت ڈال۔ اس میں کوئی بناوٹی بات نہ لکھی جائے۔ اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ 1904ء میں جبکہ کرم دین کے ساتھ مقدمہ تھا گورداسپور میں چندولعل کی عدالت میں اپنی طرف سے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ اور کرم دین کی طرف سے مول راج و نبی بخش وکیل تھے قادیان سے خاکسار، سید احمد نور صاحب اور حافظ حامد علی صاحب گڈے پر کتابیں لے کر گورداسپور پہنچے۔ تو دیکھا کہ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کڑیانی والے بہت ہی بگڑے ہوئے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کو اتنی گھبراہٹ کیوں ہے؟ فرمایا بھائی صاحب! مجھ کو اس واسطے گھبراہٹ ہے کہ مَیں نے سنا ہے کہ یہاں پر یہ مشورہ کیا گیا ہے کہ حضور کو ضرور ہی حوالات میں دیا جائے چاہے پانچ منٹ کے واسطے ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ضرور ہی آپ کو حوالات میں دیا جائے۔ چندولعل نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہوا ہے۔ مجھ کو یہ خبر ایک بڑے افسر نے دی ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ کیا کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کوئی ثواب کا کام کرے حضور کو یہ پیغام پہنچا دے کہ آپ گورداسپور نہ آئیں۔ بیماری کا سرٹیفکیٹ لے لیں۔ اگر سو روپیہ بھی خرچنا پڑے تو خرچ کر دیں۔ مَیں خود ادا کر دوں گا۔ مَیں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ کیا حضور جھوٹا سرٹیفکیٹ لیں؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا بھائی صاحب! اگر کسی نے ثواب لینا ہے تو لے۔ میں نے کہا کہ کیا اسی وقت کوئی جائے؟ کہا ہاں۔ اس کے بعد مَیں نے کہا آپ مجھ کو لالٹین لے دیں۔ مَیں ابھی رات رات ہی چلا جاتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت مجھے لالٹین دی۔ میں گورداسپور سے قادیان کو روانہ ہوا اور رستے میں مجھے دو آدمی بھی مل گئے۔ شیخ حامد علی صاحب اور منشی عبدالغنی صاحب۔ دو بجے ہم مسجد مبارک پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے جب ہم نے آواز دی۔ تو السلام علیکم بعد میں نے عرض کیا۔ ڈاکٹر اسماعیل صاحب کی بہت ہی بری حالت ہے انہوں نے یہ پیغام دے کر مجھے واپس بھیجا ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ چکروں کی بیماری تو مجھے پہلے ہی ہے اور سرٹیفکیٹ لینے کا ارادہ تو میرا پہلے ہی تھا مگر (اب جو پیغام دیا اور روکا ہے) اب تو میں گورداسپور ہی جا کر سرٹیفکیٹ حاصل کروں گا۔ اب یہاں نہیں رکوں گا۔ خوف والی کوئی بات نہیں۔ آپ نے اندر سے میرے واسطے رضائی بھجوائی۔ مَیں سو گیا۔ تھکا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور روانہ ہو گئے۔ وہاں قادیان میں رُکے نہیں۔ خیر ایک لمبی کہانی ہے۔ کہتے ہیں میں سویا رہا۔ اس کے بعد مجھے لوگوں نے روکا بھی کہ اب تم نہ جاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہو چکے ہیں بلکہ پہنچ بھی گئے ہوں گے۔ لیکن جب میری آنکھ کھلی اس کے بعد میں تیار ہو کے دوبارہ پیدل چل پڑا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اب یہ پیدل نہ آئے بلکہ ٹانگے پر بھیجنا۔ بہرحال کہتے ہیں رستے میں میری بہت بری حالت ہوگئی۔ مجھے بخار بھی چڑھ گیا اور لوگوں نے مجھے صحیح روکا تھا کہ نہ جاؤ۔ یہ تمہارا تیسرا چکر ہے۔ تھکے ہوئے ہو گے اور تمہیں سختی کی عادت بھی نہیں ہے۔ لیکن بہرحال کہتے ہیں مَیں وہاں پہنچ گیا۔ شام کے وقت اس مکان میں پہنچا جہاں حضور ٹھہرے ہوئے تھے تو دروازے کے اندر ابھی داخل ہی ہوا تھا کہ میرے کان میں آواز آئی کہ کیا مددخان کو بھی یکے پر بٹھا کر لے آئے تھے یا نہیں۔ تو یہ آواز میرے کان میں آ گئی۔ جیسے کوئی سویا ہوا جاگ اٹھتا ہے اسی طرح میں بھی یہ آواز سن کر جاگ اٹھا۔ جب میں صحن میں پہنچا تو کسی دوست نے آواز دی کہ حضور مددخان آ گیا ہے۔ مَیں نے بھی جا کر حضور کو السلام علیکم عرض کیا۔ حضور نے جھٹ اپنا دستِ مبارک آگے کیا۔ میرے ہاتھ کو پکڑ کر فرمانے لگے۔ جزاک اللہ۔ یہ بہت ہی بڑے بہادر ہیں یہ ان کا تیسرا چکر ہے۔ (یعنی قادیان اور گورداسپور کے درمیان) حضور نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ مبارک میں یہاں تک پکڑا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ گویا کہ میں گورداسپور سے کبھی قادیان گیا ہی نہیں۔ یا تو میری حالت نیند و تھکان سے سخت مضطرب ہو رہی تھی کہ کسی کے ساتھ بولنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا اور بدن میں بخار ہو رہا تھا۔ مگر خدائی نشان خدا کے مرسل نے اس خاکسار کا ہاتھ نہ چھوڑا جب تک کہ میں نے محسوس کیا کہ میری تھکان بالکل اتر گئی ہے۔ چند منٹ پہلے میں مردہ تھا۔ حضور کا دستِ مبارک میرے ہاتھ کو لگتے ہی میری کوفت اتر گئی۔ تھکان دور ہوئی۔ بدن ہلکا پھلکا ہو گیا۔ اور کوئی بھی تکلیف باقی نہ رہی۔ یہ کیا بات ہے! یہ تو حضور ہی کی کوئی کرامت ہے۔ مجھ کو اس وقت یہ خیال ہوا کہ مان لیا بھوک اور پیاس کسی خوشی سے دور ہو سکتی ہے۔ مگر یہ کوفت، تھکان، نیند کا غلبہ حضور کے دستِ مبارک کے چھونے سے دور ہو گئے۔ یہ حضور کی ہی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔ مجھ مردہ میں گویا روح آ گئی۔ حضور نے میرا ہاتھ نہیں چھوڑا جب تک کہ ہر قسم کی تکلیف خاکسار کی دور نہ ہو گئی۔ اس سے پیشتر میرا جسم پتھر تھا۔ ہلنا دشوار تھا۔ میرے خیال میں مردہ کو زندہ کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ مَیں نے محسوس کیا کہ گویا مَیں گورداسپور گیا ہی نہیں تھا۔ حضور نے حکم دیا کہ کھانا لاؤ۔ خاکسار کو بھی حضور نے ساتھ ہی بٹھا لیا۔ مَیں نے حضور کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ حضور کی مہربانی اور خاص شفقت تھی۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ میرا نام کسی طرح حضور کے منہ پر چڑھ جائے اور حضور میرا نام لیں۔ اور یہ مختلف مواقع بیان کئے ہیں کہ اس طرح موقعے پیدا ہوتے رہے حضور میرا نام لیتے رہے اور ذاتی طور پر مجھے جانتے تھے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 4 صفحہ 82 تا 87 روایت حضرت مددخان صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

تو یہ ان بزرگوں کے واقعات ہیں جو مَیں پہلے بھی ایک دو دفعہ سنا چکا ہوں۔ وقتاً فوقتاً بیان کرتا ہوں کہ خاص طور پر اُن خاندانوں کو جن کے بزرگ ہیں، یہ یاد رہے کہ اُن بزرگوں کے کس قدر ہم پر احسان ہیں۔ ورنہ شاید آج بہت سوں میں اتنی جرأت نہ ہوتی کہ حق کو اس طرح قبول کر لیتے جس جرأت سے اُن بزرگوں نے قبول کیا۔ پس ان بزرگوں کی نسلوں کو بہت زیادہ اپنے بزرگوں کے لئے دعائیں بھی کرنی چاہئیں اور پھر ساتھ ہی اپنے ایمان کی ترقی اور استقامت کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ نیز ان بزرگوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو تعلق تھا اس کو سامنے رکھتے ہوئے، اُن کے نمونوں پر، ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے۔ وہ لوگ ایسے تھے جن میں سے بعض میں علم کی کمی بھی تھی لیکن علمی اور روحانی پیاس بجھانے کے لئے وہ لوگ ایک تڑپ رکھتے تھے جو انہوں نے بجھائی اور ایک سچے عاشق ثابت ہوئے۔ اور اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بھی تعلق پیدا کیا، جیسا کہ بعض واقعات میں ابھی سنا۔ پس یہ وہ محبت اور وفا کے نمونے ہیں جو آگے نسلوں کو بھی قائم رکھنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور وفا کے ان نمونوں کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

از صفحہ 1

گا۔ اور جس زمانے اور دَور سے ہم گزر رہے ہیں جہاں بچوں کے لئے متفرق دلچسپیاں ہیں۔ ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، دوسری کتابیں ہیں۔ ان دلچسپیوں میں بچے کا خود صبح باقاعدہ تلاوت کرنا اور پڑھنا اُسے قرآنِ کریم کی اہمیت کا احساس دلائے گا۔‘‘ (خطبہ جمعہ 16 دسمبر 2011ء)

سانحہ ارتحال

مکرم امان اللہ صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں:

خاکسار کے والد محترم عبدالقیوم صاحب ابن مکرم حافظ عبدالقدوس صاحب آف بھاگو شریف ضلع گجرات حال مقیم ربوہ بعمر 70 سال مؤرخہ 3 جولائی بروز جمعۃ المبارک کو صبح وفات پا گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مؤرخہ 3 جولائی کو شام ساڑھے چھ بجے مکرم ناظر صاحب دیوان و خدمتِ درویشان نے ان نماز جنازہ پڑھائی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت سے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ہوئی۔ تدفین کے بعد خاکسار نے دعا کروائی۔

والد صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی مکرم عبدالغفور صاحب 1984ء میں بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوئے تھے اور بے انتہا مخالفتوں کا سامنا بڑی دلیری سے کیا۔ 17؍ جولائی 1989ء کو حالات کی خرابی کے باعث آبائی گاؤں بھاگو شریف ضلع گجرات سے ہجرت کر کے شاہ تاج شوگر ملز کالونی میں شفٹ ہو گئے۔ یہاں آپ کو بے شمار جماعتی خدمات کا موقع ملا جن میں امام الصلوٰۃ، سیکرٹری تعلیم القرآن، سیکرٹری ضیافت، نائب زعیم انصار اللہ شامل ہیں۔

شاہ تاج شوگر ملز سے ریٹائرمنٹ کے بعد 2012ء میں آپ نے ربوہ رہائش اختیار کی اور یہاں بھی خدا کے فضل سے بے شمار جماعتی خدمات کا موقع ملا۔ 2012ء تا دم آخر آپ اس حلقہ میں امام الصلوٰۃ رہے۔ اس کے علاوہ نائب صدر اور زعیم انصار اللہ بھی رہے۔ آپ کو بطور معاون قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان خدمت کا بھی موقع ملا۔

آپ پنجوقتہ نماز باجماعت کے علاوہ باقاعدگی سے تہجد ادا کرنے والے تھے۔ قرآن کریم سے بے حد پیار کرتے تھے۔ جہاں بھی رہے قرآن کریم پڑھاتے اور خود بھی حفظ کرتے تھے۔ خلافت احمدیہ کے سچے وفادار خادم تھے۔ ہم سب کو ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وفا کا سبق دیا۔ آپ مسجد کی خوبصورتی اور اس میں پودے لگانے کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ، تین بیٹیاں اور سات بیٹے، چھوڑے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے خاکسار اور مکرم جری اللہ صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ والد محترم کے درجات بلند کرے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

☆...☆...☆

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بچوں کی تعلیم اور والدین کی ذمہ داریاں

(مرسلہ: وحید احمد جنجوعہ)

سب والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے تعلیم کے میدان کے شاہسوار بنیں۔ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ بچوں کو اکثر اپنی ہمت سے زیادہ وسائل بھی فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بچے کے لئے ایک بہتر سکول تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور موجودہ رواج کے زیر اثر وہ اپنی اولاد کے لئے کوئی نہ کوئی ٹیوٹر بھی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی ان کوششوں کے باوجود یہ بات سامنے آتی ہے کہ بہت سے بچوں کا رحجان تعلیم کی طرف بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ والدین کی کوششوں میں شامل ان کا خلوص کیوں رنگ نہیں لاتا میرے خیال میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ شاید انکی کوششوں کی سمت درست نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر طلباء کے والدین دل سے اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ان کے بچے تعلیم میں واقعی نمایاں کامیابی حاصل کریں تو ان کا سب سے پہلا یہ قدم ہونا چاہیے کہ وہ ممکن حد تک بچے کے تعلیمی معاملات میں عملی طور پر دلچسپی کا اظہار کریں اور یہ ہرگز نہ سوچیں کہ صرف بچے کے اساتذہ یا ٹیوٹر ہی کلی طور پر ان کی تعلیم کے ذمہ دار ہیں۔ ان کو اس معاملہ میں اپنی ذمہ داریوں کو بھی بخوبی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ والدین کے دل میں یہ احساس رہنا چاہیے اور ان کو ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بچے کی تعلیمی کامیابیوں کے لئے اس کے اساتذہ کرام کی کوششوں کے ساتھ ساتھ ان کی اپنی عملی شمولیت بھی از حد ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام تو یہ کیا جائے کہ بچے کے سکول اور اس کے اساتذہ کے ساتھ ایک مسلسل رابطہ قائم رکھا جائے تا کہ وہ اس بات سے آگاہ ہوسکیں کہ کمرہ تدریس میں ان کے بچے کا عمومی رویہ کیا ہوتا ہے۔ اگر ان کو یہ خبر ملتی ہے کہ بچہ پڑھائی کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دے رہا اور اپنے تعلیمی کاموں میں اس کی دلچسپی کم ہے تو سب سے پہلے والدین دوستانہ روّیہ اپناتے ہوئے گفت و شنید کے ذریعہ اس کی وجہ جاننے کی کوشش کریں تا کہ اسکی راہنمائی کے لئے راستہ متعّین کرنے میں آسانی ہو اور ان کو یہ بھی علم ہو کہ کس پہلو پر محنت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر بچے کے مسئلہ کا تعلق گھر کے ساتھ محسوس ہو تو والدین گھر میں ہی اس کا خاطر خواہ حل تلاش کریں اور اگر انہیں یہ اندازہ ہو کہ مسئلے کا تعلق سکول سے ہے تو وقت لے کر بچے کے استاد سے اس معاملہ پر تفصیلاً بات کی جائے۔

والدین کو چاہیے کہ جب ان کا بچہ سکول سے واپس آئے تو روزانہ بچے کی کتابیں اور کاپیاں چیک کریں اور اگر کسی کاپی پر استاد کی جانب سے کوئی ہدایت درج ہو تو اس پر عمل کروایا جائے۔ جس حد تک ممکن ہو بچے کا ہوم ورک والدین یا تعلیم یافتہ بڑے بہن بھائی خود کروائیں یا کم از کم اپنے سامنے کروائیں اسطرح بچہ یقیناً پڑھائی میں زیادہ دلچسپی لے گا اور زیادہ توجہ سے ہوم ورک کرے گا جس کے یقیناً مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔ اگر ٹیوٹر کا انتظام ہے تو بھی اس کام کی ذمہ داری اس پر مت ڈالیں۔ ہوم ورک کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچہ سکول میں پڑھے گئے اسباق کی اچھی طرح سے دہرائی کر لے بچے میں زیادہ سے زیادہ خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور ہوم ورک اسے خود کرنے کی ترغیب دیں۔

بچوں کی بہتر تعلیم کی خواہش کے حصول میں سب سے اہم اور ضروری چیز والدین اور اساتذہ کے درمیان باہمی روابط ہیں۔ اس سے اساتذہ کرام کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنے شاگرد کے بارے میں اس کے والدین سے بعض ایسی معلومات ملتی ہیں جن سے بچے کی تدریس میں خاطر خواہ اور مثبت مدد ملتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اساتذہ ہمیشہ ان والدین کو خوش آمدید کہتے ہیں جو اپنے بچوں کی تعلیم کے معاملات میں مثبت روّیہ کے ساتھ بھرپور دلچسپی لیتے ہیں کیونکہ یہ بات ہر استاد جانتا ہے کہ وہ اکیلا کچھ نہیں کرسکتا۔ والدین کے تعاون سے ہی صحیح معنوں میں بچے کی زندگی اور تعلیم کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ والدین بھی جب اساتذہ سے ملنے جائیں تو بہتر ہوگا اگر وہ بچے کے بارے میں کچھ باتیں اور کچھ سوالات لکھ کر اپنے ساتھ لے جائیں تا کہ وہ استاد کے قیمتی وقت کے ضیاع کا باعث نہ بنیں اور صرف بامقصد بات ہو۔ اگر استاد بچے کی بہتری اور اصلاح کو مدّ نظر رکھتے ہوئے والدین کو کچھ قیمتی مشورے دے تو ان کو نوٹ کرلیا جائے اور ملاقات کے بعد ان مشوروں پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر والدین بچے کو زیادہ سے زیادہ اس کے استاد کی مرضی سے چلائیں گے تو پھر یقیناً استاد بھی خوش ہو کر بچے پر اپنی خصوصی توجہ ضرور نچھاور کرے گا۔

اگر آپ محسوس کر رہے ہیں اور آپ کو نظر بھی آرہا ہے کہ آپ کا بچہ روز بروز پڑھائی میں کمزور ہوتا چلا جارہا ہے تو پھر آپ کا اس کے اساتذہ سے فوری طور پر ملنا نہایت ہی ضروری ہوجاتا ہے تا کہ بچے کے اس تعلیمی انحطاط کی وجہ بننے والے مسئلے کے سد باب کے لئے مشترکہ کوششیں کی جا سکیں۔ استاد کو والدین کی طرف سے یہ یقین دہانی بھی ملنی چاہیے کہ وہ اپنے شاگرد کے اس مسئلے کے حل کے لئے اکیلا نہیں ہے اور وہ جب چاہے ان کو ملاقات اور مدد کے لئے بلا سکتا ہے۔ ویسے ٹیچر کو ہر روز اپنے محسوسات بچے کی ڈائری پر لکھ دینے چاہیئں اور والدین اپنے بچوں کو پابند کریں کہ ڈائری پر لکھا ہوا استاد کا ہر پیغام وہ فوراً آپ کو پہنچائیں۔

والدین کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اس بات کے انتظار میں نہ رہیں کہ کب بچّے کے استاد کا پیغام ملتا ہے تا کہ وہ جاکر اس کو مل سکیں بلکہ جب بھی مہینے میں ایک دو بار فرصت ہو اور موقع ملے تو اسکول جاکر استاد کو مل لیا جائے تا کہ یہ بھی علم ہوسکے کہ استاد کا پیغام آپ تک پہنچانے میں آپ کے بچے نے کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔ یہ بات آپ کے ذہن میں رہے کہ استاد سے ملاقات آپکی ڈیوٹی نہیں اور نہ ہی یہ کوئی پابندی ہے بلکہ یہ آپ کی طرف سے آپ کے بچے کے بہتر اور روشن مستقبل کی راہیں متعین کرنے کے لئے ایک اہم قدم ہے۔ استاد اپنے ہر شاگرد کا خیرخواہ ہوتا ہے اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ ایسی ملاقاتوں میں آپ کے بچے کے اساتذہ بچے کی پڑھائی اور اخلاقی بلندی کے حصول کے لئے کچھ بہتر اور مفید مشورے آپ کے سامنے رکھیں۔

اگر آپ کسی بھی وقت بچے کے بیان کردہ حالات اور اس کے اساتذہ کرام سے ملاقات کے بعد یہ بات محسوس کریں کہ آپ کے بچے کے ساتھ کوئی ٹیچر کچھ امتیازی سلوک روا رکھے ہوئے ہے اور اس کا رویہ خاص طور پر آپ کے بچے کے ساتھ بہتر نہیں تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ ٹیچر کے ساتھ اس مسئلہ پر تفصیل سے بات چیت کریں اور مسئلے کو اچھے طریقے سے حل کرنے کی کوشش کریں اور آپکو نظر آئے کہ اس طرح سے مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو پھر لازم ہے کہ اس سلسلہ میں محترم پرنسپل صاحب سے مدد حاصل کریں۔

میری ان ساری گزارشات کا مقصد صرف اور صرف طلباء کے والدین کو یہ باور کروانا ہے کہ انکے بچے کی تعلیم کی تمام تر ذمہ داری سکول اور اساتذہ کے سر ہی نہیں ہے بلکہ بچے کی پڑھائی اور تربیت کے سلسلہ میں ان کی ذمہ داریاں شاید اساتذہ کرام سے بھی زیادہ ہیں اسلئے ان کو چاہیے کہ وہ اس اہم کام کو صرف سکول ٹیچر پر ہرگز نہ چھوڑیں بلکہ ان کے ساتھ بچے کے بہتر مستقبل کی خاطر اپنی معاونت کو بھی یقینی بنائیں۔

طلوع وغروب آفتاب

24جولائی 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:26	19:03
مدینہ منورہ	04:19	19:10
قادیان	04:05	19:31
ربوہ	03:45	19:10
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:47	21:01